© rasailojaraid.com

اخبار و آثار

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

فضلائے مدارس کا معاشی مستقبل۔ چند تاثرات اور تجاویز

[فضلاء مدارس کے معاشی مستقبل کے حوالے سے جناب ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی (ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا) نے گزشتہ دنوں فیس بک پر اپنے صفحے پر بعض تبصرے پیش کیے جنھیں موضوع کی مناسبت سے یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔]

دینی مدارس کے فضلاء پچھلے کچھ عرصے سے بڑی تعداد میں ایم فل پی ایچ ڈی کرنے آ رہے ہیں۔ بنیادی طور پر ان کی بڑی تعداد بہتر معاشی مواقع کی تلاش میں آتی ہے جس کے پس منظر میں اس احساس کی تلخی کم وبیش موجود ہوتی ہے کہ دینی نظام تعلیم نے ان کی معاشی ضروریات سے مکمل صرف نظر کیے رکھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ یونیورسٹی ایجوکیشن کے بلاشبہ کچھ سائیڈ ایفکٹس ہوتے ہیں جن میں سب سے اہم یہ بات ہے کہ مدارس کی پیدا کردہ عقیدت طبقہ کے بجائے میرٹ سے وابستہ ہو جاتی ہے اور درس نظامی سے باہر کی کتابیں پڑھنے اور افراد سے ملنے جلنے کے باعث نہ صرف تعصّبات دم توڑ دیتے ہیں بلکہ نئی وابستگیاں بھی وجود میں آنے لگتی ہیں اور سابقہ تعلق یا عقیدت میں وہ لا انفصام لها کی کیفیت باقی نہیں رہتی۔ اس کے نتیجے میں بعض ادارے یا شخصیات ایسے شاگردوں کو ضال ومضل یا ملحد وزندیق قرار دینے میں بھی کوتاہی نہیں کرتے جس کے بعد دوریاں بڑھ جاتی ہیں۔ اگر دینی حلقے ان افراد کو Disown نہ کریں تو یہ تعلق دوطرفہ مفید ہو سکتا ہے، لیکن اس کے لیے تھوڑی وسعت نظر کی اور حساسیت کا درجہ کم کرنے کی ضرورت ہوگی۔ بصورت دیگر اگلے پانچ سات سال میں اس طبقہ کی تعداد معتد بہا ہو جائے گی اور اگر یہ افراد بکھر نہ گئے تو ان کی جدید قیادت سامنے آ جائے گی جس کا روایتی مذہبی طبقے سے براہ راست تصادم ہونے کے امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

دینی مدارس کے وہ طلبہ جو میٹرک کرنا چاہتے ہیں، ان کو بورڈز کے درس نظامی گروپ سے متعارف کروایا جائے، ان کو مختلف بورڈز، ان کے محل وقوع اور ان کے طریق کار سے آگاہ کیا جائے، لازمی اور اختیاری مضامین کا فرق بتایا جائے اور ان کے لیے جو کورسز مشکل ہوں، مثلاً انگلش ریاضی اور جنرل سائنس، ان کی آڈیو ویڈیو ان کے لیے تیار کر دی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائیں، لیکن یہ ساری سہولت صرف ان طلبہ کو دی جائے جو اس پروگرام میں رجسٹرڈ ہوں کیونکہ اس نوعیت کی بے شمار چیزیں Net پر موجود ہوتی ہیں، لیکن جب تک کسی فرد کو جبر کی زنجیر میں جکڑا نہ جائے وہ اختیار کو استعمال نہیں کرتا۔ پھر On Line ان کے ٹیسٹ رکھے جائیں تاکہ امتحان کے لئے تیار ہو جائیں۔

دینی مدارس کے طلبہ کی اکثریت میٹرک ہوتی ہے لیکن وہ مدارس کے بعض اساتذہ کے رویوں سے ماسبق سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ ایسے طلبہ کو ایف اے اور بی اے کروانا بہت آسان ہے۔ ان کے لیے انگریزی کے اسباق تیار کر دیے جائیں تو بآسانی ایف اے کر لیں گے۔ یا انہیں اوپن یونیورسٹی کے سسٹم سے متعارف کروا کر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تو بھی مثبت نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

بی اے کرنا اور بھی آسان ہے، صرف انگریزی کی تیاری کروانا ہوگی۔ عربی پڑھے ہوئے طلبہ صرف ونحو سے خاصے واقف ہوتے ہیں۔ تدریس وتعلم زبان میں ایک زبان کی گرامر دوسری زبان کی گرامر میں فائدہ دیتی ہے۔ یوں بھی دینی مدارس والوں سے میں کہا کرتا ہوں کہ دعا یدعو کی گردان اور اس کی تعلیلات میں جتنی محنت آپ نے کی ہے، اس کا دسواں حصہ انگریزی پر محنت کریں تو بسہولت بی اے ہو جائیں۔

درس نظامی کے وہ فضلاء جو وفاق کی ڈگری کے حامل ہیں، ان سے کہا جائے کہ وہ اولین فرصت میں اپنی سند کا معادلہ Equivalence کروا کر ایم فل میں داخلے کی تیاری کریں۔ اس کے لیے ان طلبہ کے لیے کچھ اعدادی کورس اور Reading مقرر کی جائیں تاکہ آگے جا کر انہیں دقت پیش نہ آئے۔ نیز ان کے لیے ایک گائیڈ تیار کی جائے جس سے وہ معلوم کر سکیں کہ وہ کہاں کہاں کن شرائط کے تحت داخلہ لے سکتے ہیں۔ مختلف یونیورسٹیز کے کورسز کے پیش نظر ان کے لیے کتابوں کی ایک فہرست اور ان کے لنک مہیا کر دیے جائیں تاکہ ان کو تعلیمی رفتار میں سہولت میسر رہے۔ نیز ایسے عنوانات کی ایک فہرست تیار کی جائے جو ان کی ریسرچ کا موضوع بن سکیں اور مسلم اور انسانی سماج کے لیے مفید نیز ان کی اپنی Credibility کی ضمانت ہوں۔ ان موضوعات کے لیے مآخذ ومصادر کی ایک Tentative فہرست بھی تیار کی جائے۔ ریسرچ سکھانے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ طلبہ کو زیادہ سے زیادہ ریسرچ پیپرز پڑھنے پر آمادہ یا مجبور کیا جائے۔ اس پہلو سے کوئی لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہوگی۔ نیز ملک کے بعض نامور سکالرز کے لیکچرز اپ لوڈ کر کے طلبہ کو مہیا کیے جائیں۔

دینی مدارس کے طلبہ فارغ ہوتے ہی بالعموم معاشی مسائل سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ مدارس میں انہیں مسلسل توکل کی افیون کھلائی جاتی ہے اور فارغ ہوتے ہی انہیں معلوم ہوتا ہے کہ زندگی گزارنے کے لیے قدرت نے جو اصول وضع کیے ہیں، ان سے صرف نظر کرنا ذات خداوندی کی توہین ہے۔ تاہم اس امر کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دینی مدارس کے طلبہ وفضلاء کے معاشی پہلو کو نظر انداز کرنا ایک قومی وملی بے اعتدالی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس پروگرام پر ہم بات کر رہے ہیں، اس کے لیے ایسے مخلص تجربہ کار اور درد دل رکھنے والے احباب کی ضرورت ہے جن کے علم و تجربے سے استفادہ کرتے ہوئے کچھ ایسے پروفیشنز کی نشان دہی اور ان کی تربیت کا اہتمام کیا جائے جو کم خرچ ہوں اور با آسانی سیکھے جا سکتے ہوں، مثلاً الیکٹرونکس سے وابستہ کام، ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر سے متعلق، ہومیو، طب، پریس، پبلی کیشنز سے متعلق، صنعتوں کو سپورٹ کرنے والی گھریلو صنعتیں وغیرہ۔ نیز بعض چھوٹی صنعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ تھوڑے سے سرمایے سے کام شروع کیا جا سکتا ہے۔ بینظیر حکومت کے پہلے دور میں پاکستان VT نے ایسے بہت سے پراجیکٹ متعارف کروائے تھے جو اس زمانے میں پندرہ بیس ہزار روپے سے شروع کیے جا سکتے تھے۔

میرا یہ فیلڈ نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ فیلڈ میں موجود احباب کے پاس ایسے بہت سے پراجیکٹس ہوں گے جن کی بنا پر درس نظامی کے فضلاء تھوڑی سی توجہ اور محنت سے باعزت معاشی زندگی گزار سکتے ہیں۔ دینی مدارس کے طلبہ بہت محنت کے عادی ہوتے ہیں لیکن انہیں دوران تعلیم Misguide کر دیا جاتا ہے جس کے نتائج افراد قوم اور ملک کے لیے ناقابل افتخار نکلتے ہیں۔

ایسے فضلاء جو تعلیمی ادارہ بنانے میں دلچسپی رکھتے ہوں، خالص درس نظامی کا مدرسہ بنانے کے بجائے اسلامی سکول بنانے پر توجہ دیں جو آسان عربی گرامر، ترجمہ قرآن، ریاض الصالحین اور قدوری کی دینی تعلیم کے ساتھ سکول کی ایسی تعلیم دیں کہ میٹرک کے بعد ان کا طالب علم کسی بھی دینی جامعہ یا عصری کالج میں اپنی تعلیم مکمل کر سکے۔ سکول فیس کی اساس پر چلایا جائے البتہ یتیم اور ضرورت مند بچوں کے داخلے کی ایک شرح مقرر کر لی جائے اور ان کے لیے سرکاری اور نجی تعاون حاصل کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔

تحقیق کر لیں، درس نظامی کا تھوڑا سا حصہ دینی تعلیم پر مشتمل ہے۔ باقی نصاب اس زمانے کی سول سروس کا نصاب تھا۔ ایک ہی نصاب کے فارغ مجدد و مجتہد اور دوسری طرف حکومت کے پرنسپل سکریٹری ہوتے تھے۔ اسی لیے نصاب کا بڑا حصہ ادبیات منطق و فلسفہ پر مشتمل تھا۔

درس نظامی کا انفراسٹرکچر مسلمانوں کا کوئی متبرک ورثہ نہیں کہ اس کے شاکلہ کی حفاظت کرنا باعث نجات ہو۔ بات صرف یہ ہوئی کہ مسلم اشرافیہ سے ان کی جائیدادیں، جاگیریں، نظام تعلیم، سرکاری عہدے بلکہ ذریعہ تعلیم بھی انگریزوں نے چھین لیا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں اسلام کو زندہ رکھنے کے لیے چندوں، معمولی مشاہروں اور طلبہ کی کفالت کی اسکیم شروع کی گئی جو اضطراری حالت میں ایک مخلص outWay تھا۔ اسے ہرگز کوئی تقدس حاصل نہیں تھا۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ انہیں قربانیوں کی وجہ سے برصغیر میں اسلام زندہ رہا، لیکن اب اسلام خوش حال ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ اس خوش حالی کا اثر نظر آئے۔

جو لوگ اسلام کی دعوت و تعلیم سے وابستہ ہیں، انہیں مبارک ہو کہ ان کے میدان عمل میں کبھی Saturation

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

point نہیں آتا یعنی یہ ممکن نہیں کہ ایسا مرحلہ آجائے کہ اس پروفیشن میں مزید افراد کی ضرورت یا گنجائش نہ رہے۔ کیونکہ جب تک اس دھرتی پر کفر وشرک گمراہی اور جہالت باقی ہے، اسلامی تعلیم وتربیت سے وابستہ افراد کی ضرورت باقی ہے۔

پاکستان بڑی تعداد میں بلکہ فاضل تعداد میں دینی نظام تعلیم کے فضلاء تیار کرتا ہے جب کہ دنیا کے بے شمار ممالک کے ان گنت معاشرے ایسے افراد کے محتاج ہیں اور وہ دنیا کی ہر سہولت فراہم کرنے کو تیار ہیں۔ گویا اس پیشے سے وابستہ لوگ خوش قسمت ترین لوگ ہیں کہ ان کے رزق کی فراوانی تعلیم دین سے وابستہ کر دی گئی ہے۔ بس اس کے لیے معمولی درجے کے دو چار کام کرنے کی ضرورت ہے:

1-فرقہ واریت سے اس طرح الگ ہو جانا کہ جیسے صحابہ کا کسی فرقے سے تعلق نہیں تھا۔

2-اصل دین اور زوائد میں فرق کی اہلیت پیدا کرنا۔

3-جس علاقے یا ملک میں کام کرنے کی خواہش ہو، اس کی زبان مذہب اور کلچر سے آگاہی حاصل کرنا۔

4-کار دعوت سے وابستہ افراد کی معیت میں رہ کر دعوت دین کی بنیادی تربیت حاصل کرنا۔

5-علم دین اور مطالعہ قرآن وسنت میں آفاقی سطح کی مہارت بہم پہنچانا۔

آخری جملہ کا تعلق صرف بین الاقوامی شخصیات دعوت سے ہے۔ زبان کلچر سے آگاہی اور بین الاقوامی معلومات NET کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اعتراض کرنا کون سا مشکل ہے؟ زبان ہی تو ہلانا پڑتی ہے۔ تحقیق کا درجہ مشکل ہے، اس لیے محقق پر سیکڑوں اعتراض ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نظر ہر طرف ہوتی ہے اور غیر محقق کی نظر صرف ایک پہلو پر ہوتی ہے۔ معاملات کے سارے پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ظاہر ہے، مشکل ہے۔ ایک بزرگ کی مجلس میں لفظ زندیق کی لغوی وفقہی تحقیق ہو رہی تھی۔ اس سلسلہ میں ایک عالم نے کہا کہ زندیق ایسے فرد کو کہتے ہوں گے جیسے محی الدین ابن عربی۔ یہ بزرگ خاموش رہے اور کچھ نہیں بولے۔ پھر خاص مجلس میں ایک صاحب نے ان بزرگ سے سوال کیا کہ حضرت، آج کل قطب کون ہیں؟ فرمایا، محی الدین ابن عربی۔ عرض کیا گیا، حضرت! اس مجلس میں ان کو زندیق کہا گیا اور حضرت کچھ نہیں بولے۔ فرمایا کہ وہ علماء کی مجلس تھی، وہاں رد کرنے سے شرع کا نظام متاثر ہوتا۔ اب خاص مجلس ہے۔ اور اہل ظاہر چونکہ جامع نہیں ہوتے، اس لیے ان کا یہی مسلک رہا کہ وہ محقق پر معترض رہے، حالانکہ کوتاہی اپنی نظر کی ہوتی ہے۔''

(الافاضات الیومیہ (ملفوظات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حصہ نہم، ص ۱۶۵)

© rasailojaraid.com